اقبالؒ سے ہم کلامی

شورش کاشمیریؒ

کل اذانِ صبح سے پہلے فضائے قدس میں
میں نے دیکھا کچھ شناسا صورتیں ہیں ہم نشیں
تھے حکیمِ شرق سے شیخِ مجدد ہم کلام
گوش برآواز سب دانش ورانِ علم و دیں
بوالکلام آزاد سے غالب تھے مصروفِ سخن
میر و مومن دورِ حاضر کی غزل پہ نکتہ چیں
اس سے کچھ ہٹ کر گلابی شاخچوں کی چھاؤں میں
تھے ولی اللہ کے فرزند نکتہ آفریں
ایستادہ سرو کے سائے میں تھے مولائے روم
جن کے فرمودات میں مضمر ہیں آیاتِ مبیں
سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے حالیؔ درویش خو
باندھ کر بیٹھے تھے حلقہ شبلی عہد آفریں
میں نے بڑھ کر مرشدِ اقبال سے یہ عرض کی
آپ کو ہم تیرہ بختوں کی خبر ہے یا نہیں
دل شکستہ ہو کے فرمایا مجھے معلوم ہے
''بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں''
سلطنت لے کر خدا و مصطفیٰ کے نام پر
اب خدا و مصطفیٰ کی راہ پر کوئی نہیں
ہے ابھی شہباز کی غیرت پہ کرگس خندہ زن
''ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں''
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
''پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں''
کون سمجھائے اندھیری رات کو آئینِ مہر
وائے بدبختی کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں

خون دے کر خاصۂ صیّاد کو روشن کرو
جاؤ مشرق کے خراب آباد کو روشن کرو

(2/جنوری1962ء)